20دسمبر1962

ازعدالت عظمیٰ

لکشمی نارائن

بنام

فہیسٹ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج الہ آباد

(بی پی سنہا،سی جے، پی بی گجیندرگڈکر، کے این وانچو، کے سی داس گپتا اور جے سی شاہ، جسٹسز۔)

اپیل کی منتقلی – ہائی کورٹ کا اختیار –ضلعی عدالت کے دائرہ اختیار میں اضافہ – ہائی کورٹ میں زیر التواء پہلی اپیل کو ضلعی عدالت میں منتقل کرنا – جواز – اپیل کی سماعت کے لیے ضلعی عدالت کا اختیار – کوڈ آف سول پروسیجر، 1908 (1908 کا ایکٹ V) دفعہ 24(1)(a) – یوپی سول لاءیز، (اصلاحات اور ترمیم) ایکٹ، 1954 (1954 کا یوپی 24)، دفعہ 3(1)۔

یو۔پی۔سول قوانین (اصلاحات اور ترمیم) ایکٹ، 1954 نے بنگال، آگرہ اور آسام سول کورٹس ایکٹ، 1887 کی دفعہ 21(1)(c) میں ترمیم کی، تاکہ ضلعی عدالتیں دس ہزار روپے تک کی پہلی اپیلوں کی سماعت کرسکیں اور دفعہ 3(1) میں یہ شرط رکھی گئی ہو کہ "اس ایکٹ کے آغاز سے قبل کسی بھی عدالت میں شروع کی گئی یا شروع کی گئی کوئی کارروائی، اس میں کی گئی کسی ترمیم کو برداشت نہ کرتے ہوئے، ایسی عدالت کے ذریعے سنی اور فیصلہ کیا جاتا رہے گا"۔ اپیل کنندہ نے کچھ جائیدادوں پر قبضے کے لیے سول ججوں کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ یہ مقدمہ 27 نومبر 1951 کو خارج کر دیا گیا۔ انہوں نے 8 فروری 1992 کو ہائی کورٹ میں پہلی اپیل کو ترجیح دی۔ اس اپیل کو کوڈ آف سول پروسیجر کی دفعہ 24(1)(a) کے تحت چیف جسٹس نے چیمبرز میں اور فریقین کو نوٹس دیے بغیر سماعت کے لیے الہ آباد کے ضلعی جج کو منتقل کر دیا تھا۔ اپیل کنندہ اس عدالت کے سامنے پیش ہوا اور اپیل کی سماعت کے لیے اس عدالت کے دائرہ اختیار کے بارے میں ابتدائی اعتراض اٹھایا۔ اعتراض کو مسترد کر دیا گیا۔ اپیل کنندہ نے آرٹیکل 226 کے تحت ہائی کورٹ کا رخ کیا۔ درخواست کی سماعت کرنے والے فاضل جج نے ڈویژن بنچ کے فیصلے پر بھروسہ کرتے ہوئے اسے حدتک مسترد کر دیا۔ اس فیصلے کے خلاف اپیل کو ڈویژن بنچ نے مختصر طور پر مسترد کر دیا۔

یہ مانا گیا کہ ایکٹ کے دفعہ 3(1) کے تحت، صرف ہائی کورٹ ہی اس کے سامنے زیر التواء اپیل کی سماعت کرنے کی مجاز ہے؛ اور اسے ضلعی عدالت میں منتقل کر کے وہ سیکشن کے اختتامی الفاظ کو نافذ کرنے میں ناکام رہی ہے۔

کوڈ آف سول پروسیجر کی دفعہ 24 میں کہا گیا ہے کہ جس عدالت میں اپیل منتقل کی جاتی ہے وہ اسے نمٹانے کی مجاز ہونی چاہیے۔ ایکٹ کی دفعہ 3(1) کے پیش نظر، ضلعی عدالت اپیل کی سماعت کے اہل نہیں تھی۔

اگرچہ اس ایکٹ کا مقصد ہائی کورٹ کو راحت دینا تھا، لیکن یہ واضح تھا کہ مقننہ نے زیر التواء پہلی اپیلوں کے سلسلے میں یہ راحت نہیں دی۔

مزید کہا گیا کہ عدالت کے خلاف عام طور پر کوئی معاوضہ نہیں دیا جا سکتا اور ہائی کورٹ نے ایسا کرنے میں غلطی کی۔
سرجودی بمقابلہ رامپتی کنواری، 1962 آل۔ ایل جے 544 اور سیرل اسپینسر بمقابلہ ایم ایچ اسپینسر، 1955 آل۔ ایل جے 307، زیر غور۔

دیوانی اپیل کا عدالتی حد اختیار 1962: کی سول اپیل نمبر 784۔

1962 کی خصوصی اپیل نمبر 82 میں الہ آباد ہائی کورٹ کے 13 جولائی 1962 کے فیصلے اور حکم سے اپیل۔

اپیل کنندہ کی طرف سے ہندوستان کے اٹارنی جنرل ایم سی سیتلواڈ اور بی سی مشرا۔

کے ایس حاجیلا اور سی پی لال، مدعا علیہ نمبر 1 کے لیے۔

جے پی گوئل، مداخلت کرنے والے کے لیے۔

.1962 دسمبر، .20 عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

سنہا، سی جے۔ جب ہم نے 13 دسمبر 1962 کو مقدمے کی سماعت مکمل کی تو ہم نے فریقین کو مطلع کیا کہ اپیل کی اجازت دی گئی ہے اور ہماری وجوہات کی پیروی کی جائے گی۔

اس اپیل میں تعین کے لیے واحد سوال یہ ہے کہ کیا یو پی سول قوانین (اصلاحات اور ترمیم) ایکٹ (1954 کا یو پی XXIV) کی دفعات کے تحت۔ جسے اس کے بعد ایکٹ کہا جائے گا۔ ایکٹ کے نفاذ سے قبل طے شدہ مقدمے میں پہلی اپیل، جس میں دس ہزار روپے سے کم کی قیمت شامل ہے، سماعت اور نمٹانے کے لیے ضلعی جج یا ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج کو منتقل کی جا سکتی

ہے۔الہ آباد کا فرسٹ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج اس اپیل میں پہلا مدعا علیہ ہے اور سماعت میں وکیل کے ذریعے پیش ہوا۔ دیگر مدعا علیہان، جو مرکزی اپیل میں مدعا علیہان تھے، پیشی میں داخل نہیں ہوئے ہیں اور بظاہر اس اپیل کے نتیجے میں دلچسپی نہیں رکھتے ہیں۔

فریقین کے درمیان تنازعہ کے نکات کو سامنے لانے کے لیے درج ذیل حقائق بیان کرنا ضروری ہے۔ اپیل کنندہ نے مدعی کے طور پر 26 جنوری 1949 کو مدھورا کے سول جج کی عدالت میں مدعا علیہان دو اور تین کے خلاف کچھ جائیدادوں پر قبضے کے لیے 1949 کا مقدمہ نمبر 7 دائر کیا۔ یہ مقدمہ 27 نومبر 1951 کو خارج کر دیا گیا۔ ناکام مدعی نے الہ آباد میں ہائی کورٹ آف جوڈیکیچر میں پہلی اپیل کو ترجیح دی، اور اسے 1952 کی پہلی اپیل نمبر 37 نمبر دیا گیا۔ مذکورہ بالا پہلی اپیل 8 فروری 1952 سے ہائی کورٹ میں زیر التوا رہی، جب اسے قائم کیا گیا تھا، 23 اپریل 1952 تک، جب فریقین کو مطلع کیا گیا کہ اپیل کو سماعت کے لیے ضلعی جج، الہ آباد کی عدالت میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ یہ حکم چیف جسٹس ان چیمبرز نے کوڈ آف سول پروسیجر کی دفعہ 24(1)(اے) کے تحت متعلقہ فریقین کو نوٹس دیے بغیر اپنی تحریک پر منظور کیا۔ چیف جسٹس کا حکم ان شرائط میں ہے :

"اس طرح یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اس عدالت کے حکم کے تحت ضلع جج الہ آباد کی عدالت میں منتقل کی گئی فہرست میں مذکور پہلی اپیلیں اب اس عدالت سے الہ آباد کے پہلے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں منتقل کر دی جائیں۔"

منسلک فہرست میں متعدد دیگر اپیلوں کے ساتھ اب زیر بحث اپیل بھی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ معروف چیف جسٹس کا یہ حکم حالیہ قانون سازی، مذکورہ ایکٹ کے پیش نظر منظور کیا گیا تھا، جس نے بڑی تعداد میں قوانین میں ترمیم کی تھی، ان میں سے ایک بنگال، آگرہ اور آسام سول کورٹ ایکٹ (1887 کا بارہواں) تھا۔ ذیلی دفعہ (1) کی دفعہ 21، شق (اے) میں ترمیم کی گئی تا کہ دس ہزار روپے کو پانچ ہزار روپے سے تبدیل کیا جا سکے، اس طرح ضلعی عدالتیں دس ہزار روپے کی قیمت تک کی پہلی اپیلوں پر غور کر سکیں۔ اپیل کنندہ اس عدالت کے سامنے پیش ہوا اور اپیل کی سماعت کے لیے اس عدالت کے دائرہ اختیار کے بارے میں ابتدائی اعتراض اٹھایا۔ عدالت نے 31 مئی 1962 کے اپنے حکم نامے کے ذریعے اپنے دائرہ اختیار کے بارے میں ابتدائی اعتراض کو مسترد کر دیا، یہ مشاہدہ کرتے ہوئے کہ وہ ہائی کورٹ کے احکامات کی خلاف ورزی نہیں کر سکتی اور اپیل کنندہ کا علاج، اگر کوئی ہو، خود ہائی کورٹ میں ہے۔ اس کے بعد اپیل کنندہ نے آئین کے آرٹیکل 226 اور 227 کے تحت ہائی کورٹ سے اپیل کے ریکارڈ طلب کرنے کے لیے سرٹیریری کی عرضی اور پہلے مدعا علیہ کو اپیل کی سماعت سے روکنے کے لیے ممنوعہ عرضی کے لیے رجوع کیا۔ رٹ پٹیشن لگائی گئی۔ اس عدالت کے ایک واحد جج (دویدی، جے) کے سامنے، جس نے 11 جولائی 1962 کے اپنے حکم کے ذریعے سرجودی بنام رامپتی کنواری (1) [1962] (ALL..L.J.544) کے معاملے میں 14 نومبر 1961 کے فیصلے میں اسی عدالت کے ڈویژن بینچ کے فیصلے کے پیش نظر عرضی کو خارج کر دیا۔ فاضل جج نے صحیح طور پر نشاندہی کی کہ وہ ڈویژن بینچ کے فیصلے کے پیچھے نہیں جا سکتے، حالانکہ ان پر دباؤ ڈالا گیا تھا کہ فیصلے پر دوبارہ غور کرنے کی ضرورت

ہے۔اس کے بعد اپیل کنندہ نے فاضل جج کے حکم سے اپیل کو ترجیح دی، جس نے اپیل کو محدود طور پر مسترد کر دیا۔ یہ اپیل 1962 کی خصوصی سول اپیل نمبر 82 ہونے کی وجہ سے 20 جولائی 1962 کو اس بنیاد پر مسترد کر دی گئی کہ اپیل میں اٹھایا گیا سوال مذکورہ ڈویژن بنچ کے فیصلے سے ختم ہوا تھا۔ ڈویژن بنچ نے سوال کو بڑے بنچ کو بھیجنے سے انکار کر دیا اور اس فیصلے پر عمل کرنے کو ترجیح دی۔ اپیل کنندہ نے اس عدالت میں اپیل کرنے کے لیے خصوصی اجازت کے لیے ہائی کورٹ کا رخ کیا جسے منظور کر لیا گیا، اور اسی طرح اس عدالت میں اپیل آئی ہے۔ ڈویژن بنچ نے نشاندہی کی کہ اگرچہ اس سوال کو اس عدالت نے سرجودی بنام رامپتی کنواری (1) [1962] (ALL..L.J.544) کے معاملے میں مکمل طور پر نمٹا تھا لیکن اس معاملے میں قانون کا کافی سوال شامل تھا اور یہ عام اہمیت کا حامل تھا کیونکہ اس طرح کے مقدمات کی ایک بڑی تعداد زیر التوا تھی۔ ان تحفظات کے پیش نظر عدالت نے آئین کے آرٹیکل 133 (1) (سی) کے تحت سند دی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ عدالت نے اپیل کنندہ کو الہ آباد کے پہلے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج کے خلاف معاوضہ دیا، جو ان کارروائیوں میں ہائی کورٹ میں مخالف فریق نمبر 1 تھے۔

اس سے پہلے کہ ہم تنازعہ کے مرکزی نکتے پر غور کریں، یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ ایکٹ 1955 کی پہلی اپیل نمبر 60 میں ڈویژن بنچ (اگروالا اور ملا، جسٹس) کے سامنے غور کے لیے آیا تھا، اور اس کا 18 فروری 1955 کا فیصلہ سیرل اسپینسر بنام ایم ایچ اسپینسر (2) [1955] (ALL.L.J.307) کے معاملے میں رپورٹ کیا گیا ہے۔ فاضل ججوں نے مؤقف اختیار کیا کہ اپیل کا حق محض طریقہ کار کا معاملہ نہیں ہے بلکہ بنیادی حق کا معاملہ ہے اور سمر رتبہ ٹریبونل کے فیصلے سے اعلیٰ ٹریبونل میں اپیل کا حق مقدمہ دائر ہونے کی تاریخ پر ایک ذاتی حق بن جاتا ہے۔ انہوں نے دفعات پر بھی انحصار کیا۔ دفعہ 3 اس ایکٹ کے، جس پر بعد میں غور کیا جائے گا، اور اس نتیجے پر پہنچا کہ ہائی کورٹ میں اپیل میں آنے کا حق ایکٹ کے نفاذ سے پہلے ہی تفویض ہو چکا ہے، ایکٹ کی دفعات سے متاثر نہیں ہو سکتا، اور اس لیے، پہلے سے موجود قانون کے تحت ہائی کورٹ میں ہونے والی تمام اپیلیں اب بھی ہائی کورٹ میں ہوتی رہیں گی اگر ایکٹ کے نفاذ سے پہلے مقدمہ دائر کیا گیا ہوتا۔ نتیجے میں انہوں نے ہائی کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی اجازت دی۔ یہ مقدمہ اس تجویز کے لیے ایک واضح اختیار ہے کہ ایکٹ نے، دفعہ 3 (1) کے ذریعے، ہائی کورٹ میں زیر التواء اپیلوں کو ایکٹ کے عمل سے بچایا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دس ہزار روپے یا اس سے کم کی قیمتوں پر مشتمل بڑی تعداد میں پہلی اپیلوں کے زیر التواء ہونے کے پیش نظر، ہائی کورٹ اس معاملے پر دوبارہ غور کرنے کی طرف مائل تھی، اور اس لیے، فریقین کو متعدد زیر التواء پہلی اپیلوں میں نوٹس دیا اور معاملے کی نئے سرے سے سماعت کی۔ دیسائی، سی جے، اور رام بھدران، جے پر مشتمل ڈویژن بنچ کے ذریعے عدالت کا فیصلہ سرجودی بنام رامپتی کنواری (1) [1962] (ALL..L.J.544) میں رپورٹ کیا گیا ہے۔ اس بار بنچ اسی ہائی کورٹ کے پچھلے ڈویژن بنچ سے مختلف نتیجے پر پہنچا۔ یہ اس فیصلے کی درستگی ہے جسے ہمارے سامنے للکارا گیا ہے۔

فیصلے کی خوبیوں کی طرف رخ کرتے ہوئے، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہائی کورٹ نے اس قانونی موقف کو تسلیم کیا کہ ایکٹ کا کوئی ماضی سے متعلق عمل نہیں تھا، اور یہ کہ اعلیٰ ٹریبونل میں اپیل کرنے کا حق ایک ذاتی حق ہے جس کا تعین مقدمہ یا کارروائی

کے قیام کی تاریخ پر کیا جاتا ہے۔ ہائی کورٹ نے معاملے کے اس تناظر میں اس موقف کو قبول کیا کہ ایکٹ کے باوجود اس عدالت میں زیر التواء اپیل کو اس کے ذریعے نمٹایا جاسکتا ہے۔ لیکن اس نے یہ نظریہ اختیار کیا کہ ایکٹ کا کوڈ آف سول پروسیجر کی دفعہ 24 کی دفعات میں ترمیم کا اثر نہیں ہے، جس کے تحت " مدعی کا اپیل کا حق ہمیشہ ہائی کورٹ کے دفعہ 24 کے تحت اسے منتقل کرنے کے حق سے مشروط ہے" ۔ ہائی کورٹ نے مزید یہ نظریہ اختیار کیا کہ کسی معاملے کو مجاز عدالت میں منتقل کرنے کا ہائی کورٹ کا یہ غالب اختیار فریق کے اس حق کی خلاف ورزی ہے کہ اس معاملے کی سماعت کسی خاص عدالت کے ذریعے کی جائے۔ ہائی کورٹ نے صحیح طور پر یہ سوال اٹھایا کہ کیا ضلعی جج یا ایڈیشنل ضلعی جج اپنے سامنے والے جیسے مقدمات کو نمٹانے کے اہل ہیں۔ اس طرح صحیح طور پر پیش کیے گئے سوال کا غلط جواب اس نظریے پر انحصار کرتے ہوئے دیا گیا ہے کہ ہائی کورٹ کا کسی کیس کو خود سے دوسری عدالت میں یا ایک عدالت سے دوسری عدالت میں منتقل کرنے کا حق کسی فریق کے اس حق کو ختم کرتا ہے کہ وہ اپنے کیس کا تعین کسی خاص عدالت کے ذریعے کرے۔ درحقیقت، ہائی کورٹ نے یہ نظریہ اختیار کیا کہ ایکٹ کے نفاذ کے بعد، دس ہزار روپے تک کی قیمتوں سے متعلق اپیلیں ضلعی ججز یا ایڈیشنل ضلعی ججز کے ذریعے نمٹائی جاسکتی ہیں، اور اس لیے، وہ ان سے نمٹنے کے اہل ہیں، حالانکہ اس طرح کی اپیلیں ان عدالتوں کے ذریعے اس تاریخ پر منظور نہیں کی جاسکتی تھیں جس تاریخ کو انہیں ترجیح دی گئی تھی، مقدمے کے فیصلے کی تاریخ کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ عدالت نے مزید کہا کہ اس بات پر غور کرنا غیر متعلقہ ہے کہ آیا ایکٹ کو پس منظر اثر دیا گیا تھا یا نہیں۔ ہائی کورٹ نے اس حقیقت پر زور دیا کہ ان کے سامنے کی طرح کی اپیلیں ایکٹ کی دفعات کے تحت نہیں بلکہ کوڈ آف سول پروسیجر کی دفعہ 24 کے تحت ضلعی عدالتوں میں منتقل کی گئی تھیں۔ اس سلسلے میں، ہائی کورٹ نے مندرجہ ذیل مشاہدات کرنے کے لیے آگے بڑھا :

" یہ کافی ہے کہ یو۔ پی۔ ترمیم شدہ قانون میں دفعہ 24، سی۔ پی۔ سی کے تحت اپیلوں کو منتقل کرنے کے ہمارے اختیار کو چھیننے کا کوئی التزام نہیں ہے، یا اس بات کا کوئی التزام نہیں ہے کہ ضلعی جج اس کے نفاذ سے پہلے قائم کیے گئے مقدمات سے پیدا ہونے والی اپیلوں کو سننے کے اہل نہیں ہیں۔ سیکنڈ کی دفعات میں کچھ بھی نہیں ہے۔ ضلعی ججوں کو ان کی سماعت کے قابل نہ بنانے کے لیے قانون کی دفعہ 3۔ ذیلی دفعہ (1) نفاذ سے پہلے حاصل کردہ حقوق کو محفوظ رکھتی ہے، لیکن جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، اگر اپیلوں کے فریقین کا حق متاثر ہوتا ہے، تو یہ ہماری طرف سے اس کی کسی شق کو نافذ کرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ دفعہ 24، سی پی سی کے تحت اپنے اختیارات کا استعمال کرنے کی وجہ سے ہے۔

پورے احترام کے ساتھ، ہائی کورٹ نے ایکٹ کی دفعہ 3(1) کی دفعات کی تشریح کرنے میں خود کو مکمل طور پر غلط سمت میں پیش کیا ہے، جسے اس معاملے کو سنبھالنا چاہیے۔ یہ حصہ اس طرح چلتا ہے :

" اس ایکٹ کے ذریعے کی گئی کوئی بھی ترمیم پہلے سے کی گئی یا برداشت کی گئی کسی بھی چیز کی صداقت، نااہلی، اثر یا نتیجہ، یا پہلے سے حاصل کردہ، جمع شدہ یا عائد کردہ کسی حق، لقب، ذمہ داری یا ذمہ داری یا کسی قرض، فرمان، ذمہ داری، یا پہلے سے استعمال

شدہ کسی دائرہ اختیار کی رہائی یا اخراج کو متاثر نہیں کرے گی، اور اس ایکٹ کے آغاز سے قبل کسی بھی عدالت میں قائم یا شروع کی گئی کوئی کارروائی، یہاں کی گئی کسی بھی ترمیم کے باوجود ایسی عدالت کے ذریعے سنی اور فیصلہ کیا جاتا رہے گا۔

ہائی کورٹ نے ان الفاظ کو نافذ نہیں کیا ہے کہ "اس ایکٹ کے آغاز سے قبل کسی بھی عدالت میں شروع کی گئی یا شروع کی گئی کوئی کارروائی، یہاں کی گئی کسی بھی ترمیم کے باوجود ایسی عدالت کے ذریعے سنی اور فیصلہ کیا جاتا رہے گا"۔ اب، ایکٹ کے دفعہ 3(1) کے صرف حوالہ کردہ الفاظ کو مکمل اثر دیتے ہوئے، صرف ہائی کورٹ اور ہائی کورٹ ہی اس کے سامنے زیر التواء اپیلوں کی سماعت اور فیصلہ کرنے کے اہل ہوں گے۔ دوسرے لفظوں میں، ضلعی عدالتیں اس طرح کی اپیلوں کو سننے کے اہل نہیں تھیں، اور اس لیے، ہائی کورٹ ان اپیلوں کو ڈسٹرکٹ جج یا ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج کے ذریعے سماعت کے لیے منتقل نہیں کر سکتی تھی، کیونکہ دفعہ 24 میں کہا گیا ہے کہ جس عدالت میں مقدمہ یا اپیل یا دیگر کارروائی منتقل کی گئی ہے وہ اس کی کوشش کرنے یا اسے نمٹانے کی مجاز ہونی چاہیے۔ جس تاریخ کو ہائی کورٹ میں زیر بحث اپیل کو ترجیح دی گئی تھی، اس تاریخ کو ضلعی عدالتیں اس طرح کے مقدمے کی سماعت کے اہل نہیں تھیں۔ اس طرح کے مقدمات کی سماعت کے لیے ان عدالتوں کی اہلیت سول کورٹس ایکٹ کے دفعہ 21 میں ترمیم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ ہم یہاں اس سوال سے فکرمند نہیں ہیں کہ آیا بچت کی شق کی عدم موجودگی میں، جیسا کہ دفعہ 3(1) کے ذریعے متعارف کرایا گیا ہے، ہائی کورٹ کوڈ آف سول پروسیجر کے دفعہ 24 کا سہارا لینے میں درست ہوتی۔ لیکن ایکٹ کے دفعہ 3(1) کے پیش نظر، یہ ماننا ناممکن ہے کہ ضلعی عدالتیں ایکٹ کے نافذ ہونے سے پہلے طے شدہ مقدمات میں دس ہزار روپے یا اس سے کم کی قیمت کی اپیلوں کی سماعت کرنے کے اہل تھیں، اور جن کی اپیلیں ہائی کورٹ کے سامنے زیر التوا تھیں۔

ہائی کورٹ کو اس نتیجے پر پہنچایا گیا جس پر وہ ترمیم قانون کے اعلان کردہ مقاصد اور وجوہات کے پیش نظر پہنچی۔ درحقیقت، ہائی کورٹ نے اعتراضات اور وجوہات کے بیان سے درج ذیل اقتباس پر بھروسہ کیا ہے:

"ہائی کورٹ میں کام کے حجم کو کم کرنے اور اپیلوں کے جلد نمٹارے کو یقینی بنانے کے لیے بنگال، آگرہ اور آسام سول کورٹس ایکٹ، 1887 میں ترمیم کرنے کی تجویز ہے تاکہ 5,000 روپے سے لے کر 10,000 روپے تک کے معاملات میں اپیلوں کی سماعت ضلعی ججوں کے ذریعے کی جاسکے۔

یہ سچ ہے، جیسا کہ ہائی کورٹ نے نشاندہی کی ہے، کہ زیر بحث ترمیم کے پیچھے مقصد ہائی کورٹ کو راحت دینا تھا۔ لیکن ہائی کورٹ نے یہ سوچ کر غلطی کی کہ مقننہ نے قانون میں ترمیم کی کیونکہ "فوری طور پر راحت کی ضرورت تھی"۔ ترمیم شدہ قانون نے قانون کے آغاز کے بعد دائر کی جانے والی اپیلوں کے سلسلے میں ہائی کورٹ کو راحت دی ہوگی، لیکن اس نے زیر التواء پہلی اپیلوں کے سلسلے میں اس عدالت کو زیادہ مطلوبہ راحت نہیں دی۔ دفعہ 3(1) کی دفعات کو سادہ طور پر پڑھنے پر یہ واضح ہے کہ مقننہ نے اتنی ضروری فوری راحت نہیں دی۔ اگر اس نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا ہے، تو وہ دفعہ 3(1) میں استعمال ہونے والے

الفاظ کے ذریعے اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام رہا ہے۔

ہائی کورٹ اس قانونی موقف سے پوری طرح واقف تھی کہ ضلعی جج صرف اس طرح کی اپیلوں کی سماعت کر سکتے ہیں، ہائی کورٹ کے ذریعے منتقلی پر، کیونکہ وہ سننے اور نمٹانے کے اہل ہیں۔ لیکن اس کا یہ نتیجہ کہ ایکٹ کے نافذ ہونے کی تاریخ کو ایسی اہلیت موجود تھی، اس کمزوری سے دوچار ہے کہ یہ دفعہ 3(1) کے اختتامی الفاظ کو اثر انداز نہیں کرتا ہے۔

مذکورہ بالا وجوہات کی بناء پر، یہ ماننا ضروری ہے کہ ہائی کورٹ نے قانونی موقف کے بارے میں صحیح نظریہ نہیں لیا تھا۔ اس کے مطابق اپیل کی اجازت دی جاتی ہے اور اپیل کو ضلعی جج یا ایڈیشنل ضلعی جج کو منتقل کرنے کے ہائی کورٹ کے حکم کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔ یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ اس کے برعکس کسی قانون کی عدم موجودگی میں اپیل کی سماعت خود ہائی کورٹ کرے۔ پورے اخراجات کے بارے میں کوئی حکم نہیں ہوگا، کیونکہ اس عدالت میں اور اس کے نیچے مرکزی مدعا علیہ خود ایک عدالت تھی، اور عام طور پر کسی عدالت کے خلاف کوئی معاوضہ نہیں دیا جاتا ہے۔

اپیل کی اجازت دی گئی۔

Meraj U Din Sofi
2024.05.09 16:23
I am the author of this document